بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

فیصلے کی گھڑی

یا تن رسد بہ جاناں یا جاں ز تن بر آید!

پروفیسر خورشید احمد

قرآن پاک اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد کے فکر و عمل اور تہذیب و تمدن کے فروغ و ارتقا میں انقلابی کردار ادا کیا ہے۔ یہ ایک جاری عمل ہے جو دو چیزوں سے عبارت ہے۔ اول' وہ حقائق' عقائد' اقدار' اصول' احکام اور نصائح جن کا خزینہ قرآن و سنت ہے اور جو زندگی کا ایک مخصوص' مکمل اور ہمہ گیر تصور' قلب و نگاہ میں جاگزیں کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے' غور و فکر' سوچ بچار' تحلیل و تجزیہ' استنباط و استقرا اور تطبیق و تجربے کا وہ اسلوب اور طریق کار جس کی قرآن و سنت نے تعلیم دی' جس کی تربیت کا نمونہ اور منبع خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا اور جس نے ملت اسلامیہ کو ایک تاریخ ساز اور تہذیب گر قوت میں تبدیل کر دیا۔

امت مسلمہ کی ترقی اور تازگی کے یہ دو لازوال سرچشمے ہیں جن کے ذریعے وہ ہر دور اور ہر زمانے کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے اور تشکیل نو کے مقاصد حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

قرآن حکیم نے جس طرح ماضی کی اقوام کے کردار اور ان کے تاریخی عروج و زوال پر تبصرہ کیا ہے اور جس طرح خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ دعوت اور تحریک کے مختلف مراحل پر گفتگو کی ہے' خصوصیت سے غزوات نبوی کا جس انداز میں تجزیہ فرمایا ہے' وہ ہر دور کے واقعات کے تحلیل اور تجزیے کے لیے ایک نمونہ ہے۔ غزوۂ بدر کی کامیابیاں ہوں یا غزوۂ احد کی ملی جلی کیفیات' خندق کا معرکہ ہو یا حدیبیہ کے مذاکرات' موتہ سے حکیمانہ واپسی ہو یا تبوک کی معرکہ آرائی' مکہ کی فتح ہو یا حنین کی پریشانی--- سب پر قرآن نے بڑے بچے تلے انداز میں مثبت اور منفی' ہر پہلو سے کلام کیا ہے اور خود احتسابی

اور اجتماعی احتساب کے اصول و ضوابط کے ظہور پذیر ہونے کے لیے نمایاں اور واضح کر دیے ہیں۔ فتح ہو یا شکست، کامیابی ہو یا ہزیمت، جب بھی مسلمانوں نے اس ماڈل کے مطابق اپنا جائزہ لیا ہے اور آیندہ کے لیے تیاری کی ہے، وہ کامیاب رہے ہیں، اور جب بھی انھوں نے اس جادۂ حق سے انحراف کیا ہے یا اغماض برتا ہے تو انھوں نے منہ کی کھائی ہے۔

پاکستان آج ایک بڑے نازک تاریخی موڑ پر کھڑا ہے اور فیصلے کی گھڑی ایک لمحے کی بھی تاخیر کی مہلت نہیں دیتی۔ ویسے تو پورے ۵۲ سال کا کچا چٹھا سب کے سامنے ہے اور ہوش کی چند گھڑیوں کو چھوڑ کر غلطیوں اور ناکامیوں کا ایک تسلسل ہے جو قوم کی تقدیر پر مسلط رہا ہے لیکن حالیہ واقعات نے فیصلے کی گھڑی کو بہت ہی قریب کر دیا ہے۔ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کی تاریخی سربلندی اور مئی ۱۹۹۹ء کے نصف آخر کے بعد ۴ جولائی کا جدۂ واشنگٹن اور کامیاب کارگل سے شرمناک پسپائی، بھارت سے مذاکرات کی بھیک، رن آف کچھ میں ۱۰ اگست کی بھارتی جارحیت کے نتیجے میں پاک بحریہ کے جہاز کی تباہی اور ۱۶ جوانوں کی شہادت، بھارتی وزیراعظم کا ۱۵ اگست کو ایٹمی میزائلوں کو فوج کے حوالے کرنے کا اور ۱۷ اگست کو کشمیر اور پاکستان کے خلاف جارحیت کے اعلان، اور پاکستان سے مذاکرات سے انکار، اور ان سب پر پاکستان کے غیور مسلمانوں کا غم اور اضطراب --- یہ وہ حالات ہیں جو تقاضا کرتے ہیں کہ قرآن کے اسلوب تجزیہ و احتساب کی روشنی میں قیادت اور اس کی حکمت عملی کا بے لاگ جائزہ لیا جائے اور مستقبل کے دروبست کی درستی کے لیے ایک جامع لائحہ عمل کسی تاخیر اور غفلت کے بغیر مرتب کیا جائے۔

آج ہم جس مقام پر پہنچ گئے ہیں وہ ایک تاریخی موڑ ہے۔ اصل سوال اب پاکستان اور ملت اسلامیہ پاکستان کی بقا، اس کی آزادی اور نظریاتی وجود کی حفاظت اور ملت اسلامیہ کی عزت اور غیرت کا ہے۔ یہ موت و حیات کے فیصلے کی گھڑی ہے، محض وقتی سیاسی و معاشی مصالح کی بات نہیں! قرآنی اصولوں اور تاریخی تجربات کی روشنی میں قوم کے لیے کھلے ہوئے راستے طے کرنے کا نازک لمحہ آ گیا ہے۔ اگر اب بھی ہم فیصلہ کرنے اور ایک واضح راستہ اختیار کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر خدانخواستہ "تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"۔ اور اگر صحیح فیصلہ، پختہ عزم اور صحیح حکمت عملی اختیار کر لیتے ہیں تو حالات یکسر تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے ایک ایسے ارادے، ایک ایسے عزم اور ایک ایسے فیصلے کی ضرورت ہے جیسا طارق بن زیاد نے ہسپانیہ کے ساحلوں پر پہنچ کر کیا تھا:

دست از طلب ندارم تا کارِ من بر آید
یا تن رسد بہ جاناں یا جاں ز تن بر آید

اور اگر آج ملت اسلامیہ پاکستان صحیح فیصلہ کر کے اس کے لیے جان کی بازی لگا دیتی ہے تو اللہ کا وعدہ آج

بھی اسی طرح پورا ہو گا جس طرح ہر دور میں ہوتا رہا ہے ؂

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند لمحات سورہ آل عمرٰن کی آیات (۱۲۱ تا ۱۴۴) کی روشنی میں اپنے حالات کا جائزہ لینے کے لیے صرف کریں جن میں زمین و آسمان کے مالک اور فتح و شکست کا اصل فیصلہ کرنے والے نے غزوۂ احد کے مختلف مراحل' نتائج اور کارفرما اسباب پر تبصرہ کیا ہے۔ ان آیات پر تدبر کی نگاہ ڈالنے سے چند اصول سامنے آتے ہیں جن کا اطلاق صرف احد ہی پر نہیں ہر دور اور ہر معرکہ پر ہوتا ہے۔

۱۔ فتح و شکست اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے ہر حال میں اس کی رسی کو تھامنا' اس کی طرف رجوع کرنا' اس کے احکام کی پاس داری' اس کے راستے سے انحراف سے بچنا اور اس سے استعانت طلب کرنا مسلمان کا شعار ہے۔ دوسرے سہاروں پر انحصار' مسلمان کی کمزوری اور اللہ پر بھروسا' مومن کا ہتھیار اور قوت کا راز ہے۔

۲۔ دنیاوی معرکوں میں کامیابی اور ناکامی کے مادی اور اخلاقی اسباب بھی ہوتے ہیں جن کا ادراک ضروری ہے اور جن سے صرف نظر جیتی ہوئی بازی کے ہار جانے اور جن کی پاس داری شکست اور ہزیمت کو فتح و کامرانی میں تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن ان مادی اسباب اور ذرائع کے ساتھ اخلاقی اور نظریاتی پہلوؤں کا لحاظ ازبس ضروری ہے۔ قرآن کا فیصلہ ہے کہ مادی اور اخلاقی کمزوریوں کے تدارک کے بغیر اچھے نتائج کی توقع عبث ہے۔ البتہ مسلمان کے لیے جہاں مادی اسباب کا احاطہ اور وسائل کا حصول ضروری ہے' وہیں صرف ان پر انحصار کافی نہیں۔ مادی وسائل کے ساتھ ایمان کی قوت' اللہ کے وعدے پر بھروسا' نظام امر کی سمع و طاعت اور خود اپنی اخلاقی قوت کا استحکام نہ صرف ضروری ہے بلکہ فیصلہ کن ہے۔

۳۔ جس طرح کامیابیاں ایک حقیقت ہیں' اسی طرح ناکامیاں بھی انسانی زندگی کا حصہ ہیں۔ سیاسی' معاشی اور عسکری نشیب و فراز سب ... ہیں۔ ان سے نہ ہمت ہارنی چاہیے اور نہ ان سے متاثر ہو کر اپنے اصولی راستے سے ہٹنے اور حق کے باب میں کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کا سوچنا چاہیے۔ لڑائی میں پیش قدمی یا پسپائی دونوں کا امکان ہے اور ہر پسپائی کے بعد پیش قدمی کے مواقع موجود رہتے ہیں بشرطیکہ دل و دماغ شکست قبول نہ کریں۔ اصل ناکامی اور نامرادی حق سے پسپائی اور مایوسی ہے جس سے بچنا مسلمانوں کی اولیں ترجیح ہونا چاہیے۔

۴۔ اگر کبھی ناکامی' شکست یا ہزیمت سے سابقہ ہو تو اس پر پردہ نہیں ڈالنا چاہیے اور نہ خود کو دھوکا

دینے کی حماقت کرنی چاہیے۔ حقائق سے فرار سب سے بڑی بزدلی اور بداندیشی ہے۔ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں عسکری میدان میں نشیب و فراز واقع ہوئے اور قرآن نے کامیابی اور پسپائی' فتح اور چوٹ کھانے کا کھلے طور پر اعتراف کیا۔ اور حقائق جیسے کہ وہ ہوں' ان کو تسلیم کر کے حالات کا مقابلہ کرنے کی حکمت سکھائی اور بتایا کہ اسباب کا کھوج لگائیں اور ان کی روشنی میں اصلاح کا لائحہ عمل تیار کریں۔

۵۔ ناکامی بلاشبہ ایک تکلیف دہ عمل ہے لیکن اس شر سے بھی خیر رونما ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس سے صحیح سبق سیکھا جائے۔ معرکہ احد کے ذریعے جو سبق مسلمانوں کو سکھایا گیا اس میں مادی اور دنیوی طمع کے خطرات سے آگاہی' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کے نتائج' اور اپنی صفوں میں اہل حق کے ساتھ اہل شر' مسلمانوں اور مسلمانوں کا سا لبادہ اوڑھنے والوں کے گڈمڈ ہو جانے کو مرکزی اہمیت دی گئی ہے۔ ناکامی کی جو مصلحت بتائی گئی ہے وہ سچوں اور جھوٹوں میں تمیز اور وفاداروں اور مفاد پرستوں کو ایک دوسرے سے ممیز کر دینا ہے تاکہ دھوکا دینے والوں سے نجات پائی جا سکے اور دوست اور دشمن میں تمیز ہو سکے۔ احد کا پیغام یہ بھی ہے کہ صرف ان دشمنوں ہی کو دشمن نہ سمجھا جائے جو باہر سے مدمقابل ہوں بلکہ ان دشمنوں اور جفاکاروں سے بھی نجات حاصل ہو جائے جو اپنی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں۔ کامیابی تو اہل ایمان ہی کے لیے ہے بشرطیکہ وہ حقیقی معنوں میں صاحب ایمان ہوں۔ نیز اہل ایمان اور محض دعوائے ایمان کرنے والوں کو ایک دوسرے سے ممیز کرنا بھی الٰہی حکمت عملی کا ایک اہم حصہ ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ط وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ج وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ (ال عمرٰن ۳: ۱۳۹-۱۴۰) دل شکستہ نہ ہو' غم نہ کرو' تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔ یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ تم پر یہ وقت اس لیے لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں' اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا تھا جو واقعی (راستی کے) گواہ ہوں--- کیونکہ ظالم لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں۔

اور صاف متنبہ کر دیا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (ال عمرٰن ۳: ۱۴۲) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔

ان پانچ اصولوں کے ساتھ اگر وہ بنیادی حقیقت سامنے رہے جس کا اظہار سورۃ مجادلہ میں کیا گیا ہے تو تجزیہ، تحلیل، نئی منصوبہ بندی اور متبادل حکمت عملی کے سارے نقوش واضح ہو جاتے ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (المجادلہ ۵۸: ۲۲) تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو، اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔

مسلمانوں کی پوری تاریخ ایسی روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ جب بھی آزمایش کی گھڑی، سخت گھڑی آئی اور اہل ایمان نے اللہ سے رجوع کیا اور صحیح حکمت عملی اختیار کی تو نئی کامیابیوں اور کامرانیوں نے ان کے قدم چومے اور انھوں نے تاریخ کا دھارا بدل کر رکھ دیا۔ موقع کی مناسبت سے خود برعظیم کی تاریخ کی دو مثالیں اس وقت سامنے رکھنے کے قابل ہیں:

پہلی مثال، سلطان شہاب الدین غوری کی ہے جس نے پرتھوی راج کے ہاتھوں ۱۱۹۱ میں شکست کھائی لیکن ہمت نہ ہاری۔ اس نے قسم کھائی اور ہر لذت اپنے اوپر حرام کر لی حتیٰ کہ وہ کپڑے بھی تبدیل نہیں کیے جنھیں پہنے ہوئے وہ میدان جنگ میں شکست سے دوچار ہوا تھا اور جن پر خون کے دھبے تھے۔ تین ہی سال کے بعد وہ پھر ایک لشکر جرار لے کر معرکہ آزما ہوا مگر اس فرق کے ساتھ کہ پہلے اس کا لشکر محض غوریوں پر مشتمل تھا اور اب اس میں صرف اسلام کی بنیاد پر تمام لوگ شامل تھے۔ اس نے مسلمانوں کو اذن عام دیا تھا کہ محض نسل اور قبیلے کی بنیاد پر نہیں بلکہ اسلامی جہاد کی بنیاد پر میدان میں اتریں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اب یہ جنگ، جنگ ملوکیت نہیں تھی، جہاد تھا جو اسلام کے پرچم تلے لڑا گیا اور اپنے سے تین گنا زیادہ بڑی فوج کو شکست دے کر برعظیم میں اسلامی دور کے آغاز کا ذریعہ بنا۔ یہ ہے وہ بنیاد جس پر "غوری"، "پرتھوی" کا توڑ کر سکتا ہے!

دوسری مثال، ظہیر الدین بابر کی ہے۔ رانا سانگا سے مقابلے میں سخت ہزیمت اٹھانے اور اپنوں کی بے

وفائی کا زخم کھانے کے بعد بھی بابر مایوس نہ ہوا۔ حالات کا جائزہ لیا' اپنی غلطیوں کا محاسبہ کیا' اللہ سے توبہ کی' شراب کے برتن توڑ دیے اور سونا چاندی غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ غیر شرعی محاصل کو یک لخت ختم کیا' فوج کی نئی صف بندی کی' نئے آلات حرب خصوصیت سے بارودی توپ کو فوجی دروبست میں شامل کیا' اور اس امر کا برملا اعلان کیا کہ "یہ جنگ توسیع مملکت کے لیے نہیں' حصول ثواب اور جہاد کے لیے ہے"۔

افواج میں ایک نیا جذبہ پیدا ہوا۔ لوگوں کے دلوں سے موت کی دہشت کافور ہو گئی اور ایک بلند مقصد کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ سب نے قرآن ہاتھ میں لے کر عہد کیا کہ مر جائیں گے لیکن میدان جنگ سے پیٹھ نہ پھیریں گے۔ گھمسان کا رن پڑا اور بالآخر مسلمان غالب اور کامران رہے اور برعظیم میں مغلیہ دور کا آغاز ہوا۔

جنگوں کا فیصلہ بظاہر تو میدان کارزار میں ہی ہوتا ہے' فی الحقیقت اصل فیصلہ قیادت کے دل و دماغ میں ہوتا ہے۔ جو ذہن محض معاش اور مفاد کے چکر میں ہوتے ہیں اور جو اعلیٰ مقاصد کے لیے جینے اور مرنے کی لذت سے محروم ہیں' وہ لڑنے سے پہلے ہی بازی ہار جاتے ہیں اور ذلت کا نشان بن جاتے ہیں۔

آج پاکستان کی قیادت نے بھی جس ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے وہ شکست خوردگی اور نفع عاجلہ کی طلب کی ذہنیت ہے۔ وہ یہ بھول گئی ہے کہ ؎

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ہم حالات کے بے لاگ تجزیے کے بعد اس تلخ لیکن مبنی برحقیقت نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس وقت ملک کے سامنے مستقبل کے دو واضح نقشے اور راستے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو شعوری طور پر قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کفر اور اسلام دونوں کے لیے تاریخ میں مقام ہے لیکن نفاق اور دوغلے پن کے لیے عزت کا کوئی مقام نہیں۔ ہمیں سب سے پہلے تو اس دور رخے پن کو ترک کرنا ہو گا کہ "باما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد"۔ بیک وقت اللہ اور شیطان کو خوش نہیں کیا جا سکتا۔ دوغلے پن اور انگریزی محاورے میں ایک ہی سانس میں نرم و گرم کی سعی' لاحاصل ہے۔ جو راستہ بھی اختیار کریں کھل کر اختیار کریں اور پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ پہلی ضرورت ہے۔

دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ اب قوم کے سامنے جو دو راستے ہیں وہ بالکل واضح ہیں۔ ایک راستہ بظاہر معاشی ترقی' بھارت سے دوستی اور امریکہ کی کیمپ برداری اور فی الحقیقت ذلت' محکومی اور غلامی کا راستہ ہے اور دوسرا سخت کوشی' قربانی' خود انحصاری' جہاد' اللہ کی اطاعت شعاری اور امت مسلمہ کی بازیابی

کا راستہ ہے جو مشکل ہے اور قربانی اور مشقت طلب ہے لیکن عزت، آزادی اور حقیقی کامیابی کا راستہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان نہ کوئی سمجھوتہ ممکن ہے اور نہ ان کا کوئی ملغوبہ تیار ہو سکتا ہے۔ فیصلہ اور انتخاب ان دونوں کے درمیان کرنا ہے اور کھلی آنکھوں سے کرنا ہے۔ پھر جو فیصلہ بھی قوم کرے اس پر ڈٹ جانا ہے۔ اس کے سوا کوئی راستہ نہیں۔

مسلم لیگ کی موجودہ حکومت ہو یا پیپلزپارٹی کی قیادت، اس بارے میں دونوں کے درمیان کوئی جوہری فرق نہیں۔ کشمیر کا مسئلہ ہو یا بھارت سے تعلقات کی نوعیت، معاشی ترقی کا آہنگ ہو یا انتظامی امور اور طرز حکمرانی (style of governance)، سودی معیشت اور سرمایہ دارانہ نظام کی بات ہو یا آزاد تجارت اور نام نہاد عالم گیریت (globalisation) کی، عسکری قوت کے استحکام کا مسئلہ ہو یا ایٹمی صلاحیت کی حفاظت اور ترقی کا، دینی حمیت اور اسلام سے وفاشعاری کا معاملہ ہو یا مغرب کی خوشنودی اور نقالی کا، امریکہ کی بالادستی قبول کرنے کا سوال ہو یا آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی کاسہ لیسی کا، مفاد پرستی، اقرباپروری، میرٹ کے خون اور کرپشن کی بات ہو یا ذاتی اور خاندانی مراعات اور مفادات کا حصول--- دونوں نام نہاد بڑی پارٹیوں اور ان کی قیادتوں نے خاص طور پر گذشتہ ۱۰ برسوں میں جس منفی کارکردگی اور تخریبی صلاحیت کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ ان کے ہاتھوں میں ملک، اس کی آزادی اور اس کی امانتیں محفوظ نہیں ہیں۔

بظاہر یہ ایک دوسرے پر تنقید کرتے ہیں لیکن فی الاصل دونوں کا رنگ و آہنگ یکساں ہے۔ اسے خاص طور پر کشمیر کے معاملے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دونوں نے جہاد کشمیر کے باب میں زبانی جمع خرچ میں تو ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی لیکن فی الحقیقت جہادی قوتوں کی پشت میں خنجر پیوست کیا، حق خود ارادیت کی مرکزیت اور کشمیر کی حقیقی قیادت کے کلیدی کردار کی نفی کی اور ساری بحث و گفتگو کا محور اب صرف "دو طرفہ بات چیت" اور "کنٹرول لائن کی عصمت اور تقدیس" ہے۔

بے نظیر صاحبہ نے عین کارگل کے معرکے کے دوران کنٹرول لائن کھولنے اور ایک مدت کے بعد دو طرفہ الیکشن کی جس امریکی لائن کی تائید اور تلقین کی، اب اسی بات کی جگالی وزیر خارجہ ذرا دوسرے انداز میں کارگل کی پسپائی کے بعد کر رہے ہیں۔ بھارت سے تجارت اور دوستی کا جو عشق وزیراعظم صاحب کو ہے، بے نظیر صاحبہ اس کا دوسرے لفظوں میں اظہار "جنوبی ایشیا کی مشترکہ منڈی" کے عنوان سے کر رہی ہیں۔ دونوں فوجی صلاحیت کے استحکام کا مقابلہ روٹی، کپڑے اور مکان کے سبز باغ سے کر رہے ہیں اور اس طرح بات کی جا رہی ہے جیسے فوجی اخراجات کم کر کے دودھ اور شہد کی نہریں بہا دیں گے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ آزادی کی حفاظت کی صلاحیت سے محروم ہونے کے بعد معاشی ترقی نہیں، سیاسی غلامی مقدر ہو

جاتی ہے۔

بھارت سے دوستی' امریکی بالادستی کا بہ رضا و رغبت استقبال' "اسلامی بنیاد پرستی" اور "مذہبی تشدد" (religious terrorism) کا ہوا دکھا کر اپنی میانہ روی اور لبرل ازم کی تشہیر' ایٹمی اور عسکری صلاحیت کی تخفیف کے دعوے' عالمی معیشت میں ضم ہونے (global integration) کا عہد اور مغرب کے ثقافتی رنگ میں رنگ جانے کا عزم---- یہ ہیں وہ عناصر جن سے موجودہ قیادت اور پی پی کی سربراہ کا تصور پاکستان عبارت ہے۔ زمینی حقائق' امت مسلمہ کے عقائد اور عزائم' اور تحریک پاکستان کے مقاصد سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ ان کے سامنے صرف ایک ہدف ہے--- ذاتی مفاد اور مادی خوش حالی!

یہ سمجھتے ہیں کہ ان اہداف کے حصول کے لیے بھارت سے دوستی اور امریکہ کی سرپرستی ضروری ہے۔ دین اور دینی قوتیں اس کی راہ میں حائل ہیں۔ جہاد کشمیر ان کے گلے کی ہڈی بن گیا ہے کہ نہ نگل سکتے ہیں اور نہ اگل سکتے ہیں۔ اسی لیے اسے کنٹرول لائن کی بھینٹ چڑھا دینا چاہتے ہیں۔ جہادی قوتیں اور فوج ایک خطرہ ہے اس لیے انھیں کمزور کرنا اور راستے سے ہٹانا مقصود ہے۔ وزیراعظم صاحب نے اپنے اعلان واشنگٹن کے دفاع کی تقریر میں سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ جنگ سے بچنا اور فوجی مصارف کم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر معاشی خوش حالی ممکن نہیں۔ حالانکہ وہ بھول گئے کہ بجٹ پر سب سے بڑا بوجھ اس سود کا ہے جس پر مبنی قرضوں کے پہاڑ تلے انھوں نے اور ان کے ہم نواؤں نے' ملک و قوم کو گروی رکھ دیا ہے۔ یہ ظلم اسی معاشی ترقی اور خوش حالی کے نام پر کیا گیا ہے جس پر اب بھارت سے دوستی' امریکہ کی محکومی اور فوجی صلاحیت سے نجات کی باتیں کی جا رہی ہیں۔

کارگل' کشمیر' بھارت سے مذاکرات اور امریکہ کی کاسہ لیسی نے اس ماڈل کے نقش و نگار بالکل واضح کر دیے ہیں جس کے مطابق موجودہ قیادت پاکستان کا حلیہ بگاڑ رہی ہے۔ اب ان تلخ حقائق پر کوئی ملمع نہیں چڑھایا جا سکتا۔ اس گروہ کے اقتدار کا جاری رہنا اس تصور پاکستان کی موت ہے جو اقبالؒ اور قائداعظمؒ نے قوم کے سامنے پیش کیا اور جس کی خاطر ملت اسلامیہ ہند نے بیش بہا قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا تھا۔

اگر ہمیں پاکستان کو اس کے اصل مقاصد اور تصور کے مطابق تعمیر کرنا ہے تو موجودہ قیادت کے تصور پاکستان کے خلاف بالکل دو ٹوک انداز میں جہاد کرنا ہو گا اور قوم کو اپنی موجودہ قیادت سے نجات حاصل کر کے پاکستان کی اس تصور کے مطابق تعمیر و استحکام کی جدوجہد کرنا ہو گی جس کے نتیجے میں یہ ملک ایک آزاد اور باغیرت قوم کا مسکن بن سکے اور یہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عدل و انصاف اور نیکی اور معروف پر مبنی معاشرہ اور ریاست قائم کیے جا سکیں۔ اس کے

لیے اس ورلڈ ویو سے اعلان برأت ضروری ہے جو امریکہ اس وقت پوری دنیا اور خصوصیت سے مسلم دنیا پہ قائم کرنا چاہتا ہے اور جس میں بھارت اس کا شریک اور حلیف ہے۔

امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ مشیر میتھیو پی ڈیل (Mathew P. Dale) نے واشنگٹن میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کارگل کے بعد کی صورت حال سے متعلق امریکہ، بھارتی گٹھ جوڑ کا صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے:

The intellectual construct of an even-handed balanced policy between India and Pakistan has been given up, if it ever existed. (Daily Dawn, 7 Aug 1999)

(ترجمہ) بھارت اور پاکستان کے درمیان ایک متوازن برابر کی پالیسی کا تصور، اگر کبھی تھا بھی، تو اب ختم ہو چکا ہے۔

اور ایک دوسرے سرکاری ترجمان نے کہا ہے:

US relationship with India would be qualitatively stronger in the coming half century, compared to the preceeding fifty years.

(ترجمہ) آنے والی نصف صدی میں بھارت کے ساتھ امریکہ کے تعلقات گذشتہ نصف صدی کے مقابلے میں حقیقتاً مضبوط تر ہوں گے۔

بھارتی وزیراعظم کے ۱۵ / اگست ۱۹۹۹ کے اس اعلان سے کہ جب تک کشمیر میں گڑبڑ ہے، پاکستان سے کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی اور یہ کہ بھارتی حکومت ایٹمی میزائل اپنی فوج کے حوالے کر رہی ہے، ہوا کا رخ صاف ظاہر ہو گیا ہے۔ اب ایک راستہ بھارت اور امریکہ کی بالادستی کو تسلیم کرنے اور معاشی خوش حالی کے نام پر سیاسی آزادی، نظریاتی تشخص اور عسکری صلاحیت کو قربان کرنے کا ہے، اور دوسرا آزادی، ایمان اور عزت کی حفاظت اور اس کے لیے عیش و عشرت کو خیرباد کہنے، سخت کوشی اور جدوجہد کرنے، پیٹ پر پتھر باندھنے لیکن دین و ایمان اور آزادی اور عزت کا سودا نہ کرنے کا راستہ ہے۔

موجودہ قیادت نے تمام چرب زبانی اور دوغلے پن کے باوجود اپنی اصل منزل اور ترجیحات کو صاف ظاہر کر دیا ہے۔ اگر اس گڑھے سے بچنا ہے اور اس قیادت کے ہدف کے مقابلے میں دوسرا راستہ اختیار کرنا ہے تو اس کے لیے:

○ اس قیادت سے نجات، اور

○ ایک ایسی قیادت کو بروے کار لانا ضروری ہے جو اس تصور پاکستان کی حامی اور علم بردار ہو جس کا خواب اقبالؒ اور قائداعظمؒ نے دیکھا تھا اور جس نے تحریک پاکستان کے شرکا کے خون کو گرمایا تھا، جس پر یہ اعتماد کیا جا سکے کہ وہ ان خطوط پر پاکستان کی تعمیرنو کرنے کی اہلیت اور عزم رکھتی ہے۔

اس وقت اصل مسئلہ ایک ناکام اور بے وفا قیادت سے نجات اور ایک ایسی قابل اطمینان متبادل

قیادت کو برسراقتدار لانا ہے جو متبادل نظام قائم کرسکے۔

ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اگر قیادت میں حقیقی انقلاب نہیں آتا تو پاکستان اس دلدل سے نہیں نکل سکتا جس میں وہ پھنس چکا ہے۔ مفاد پرستوں کا ایک ہی ٹولہ ہے جو چولے بدل بدل کر برسراقتدار رہا ہے اور اگر انتخابات کے نظام میں بنیادی تبدیلیاں نہیں ہوتیں تو اس ٹولے کا کوئی گروہ پھر اوپر آ سکتا ہے۔ اس لیے جن چیزوں کا اہتمام ضروری ہے ان میں نظام انتخاب کی تبدیلی، اور ان تمام عناصر کا بے لاگ اور شفاف احتساب ہے جو برسراقتدار رہے ہیں اور حالات کو بگاڑنے کے ذمہ دار ہیں۔

نئی قیادت کو عوام میں سے ہونا چاہیے اور عوام کے سامنے جواب دہ ہونا چاہیے۔ حکمران طبقات کے درمیان جو میوزیکل چیرز (musical chairs) کا کھیل کھیلا جاتا رہا ہے اسے اب ختم ہونا چاہیے۔ اسے ختم کیے بغیر کسی روشن مستقبل کی توقع حقیقت پر مبنی فعل نہیں ہو گا۔ بلاشبہ تبدیلی جمہوری اور قانونی ذرائع ہی سے آنی چاہیے لیکن اس کے لیے دستور اور قانون میں جن تبدیلیوں کی ضرورت ہے، ان کا اہتمام بھی عوامی تحریک کے ذریعے ہی ہونا چاہیے جیساکہ بنگلہ دیش میں گذشتہ انتخابات سے قبل ہوا۔

سوال اٹھایا جاتا ہے کہ تیسری قوت کہاں ہے؟ ہماری نگاہ میں یہ سوال غیرفطری اور نظام ظلم کو باقی رکھنے والوں کا ایک حربہ ہے۔ اللہ نے اس ملک کی امانت پاکستان کے ساڑھے تیرہ کروڑ مسلمانوں کو سونپی ہے، کسی فاجر طبقے یا گروہ کو نہیں۔ تقسیم سے قبل انگریز اور کانگریسی یہی کہتے تھے کہ ملک میں صرف دو قوتیں ہیں۔ مسلمان کہاں ہیں؟ لیکن قائداعظمؒ نے اسے چیلنج کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان ایک قوت بن کر تحریک پاکستان کی شکل میں اُفق پر چھا گئے۔

آج بھی جو لوگ یہ سوال کر رہے ہیں وہ یہ بھول گئے ہیں کہ اصل قوت ملک کے عوام ہیں، محض برسراقتدار طبقات نہیں۔ یہ طبقات اپنی افادیت اور اپنی ساکھ کھو چکے ہیں۔ وہ اس کھوکھلے درخت کی مانند ہیں جسے اندر کا گھن کھا گیا ہو اور جس کی ثمرآوری بانجھ ہو گئی ہو۔ ان حالات میں نئی قوت کا ابھرنا ہی فطرت کا تقاضا اور تاریخ کا فیصلہ ہے۔

جماعت اسلامی پاکستان نے تبدیلی قیادت اور نئے نظام کے لیے ملک گیر تحریک شروع کر دی ہے۔ جماعت اسلامی، تحفظ پاکستان اور اسلام کے اصول انصاف کے تمام بہی خواہوں کو ساتھ لے کر ایک متحدہ قوت کی حیثیت سے اس جدوجہد کو برپا کرنا اور کامیابی تک لے جانا چاہتی ہے۔ البتہ اس کے لیے صرف منفی اہداف پر اتفاق رائے کافی نہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مثبت تبدیلی اور مطلوبہ نظام کے بارے